Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Al-Quds (Jerusalem): Divine Significance, Historical Context, and an Analytical Study of Contemporary Conflicts

بیت المقدس: الہامی عظمت، تاریخی تناظر اور عصری تنازعات کا تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. Laraib Mushtaq (Corresponding Author)
Research Scholar, GC University, Lahore, Pakistan.
Laraibmushtaq1061@gmail.com

2. Dr. Uzma Saffat
Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, Pakistan.

3. Dr. Musferah Mehfooz
Tenured Associate Professor Department of Humanities, COMSATS University Islamabad, Lahore Campus, Pakistan.

Citation

Mushtaq, Laraib, Dr. Uzma Saffat and Dr. Musferah Mehfooz " Al-Quds (Jerusalem): Divine Significance, Historical Context, and an Analytical Study of Contemporary Conflicts"Al-Marjān Research Journal, 3,no.1, Jan-Mar (2025): 344−365.

Submission Timeline

Received: Dec 12, 2024
Revised: Dec 28, 2024
Accepted: Jan 08, 2025
Published Online: Jan 20, 2025

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

Al-Quds (Jerusalem): Divine Significance, Historical Context, and an Analytical Study of Contemporary Conflicts

بیت المقدس: الہامی عظمت، تاریخی تناظر اور عصری تنازعات کا تجزیاتی مطالعہ

لاریب مشتاق ☆   ڈاکٹر عظمی صفات ☆   ڈاکٹر مسفرہ محفوظ ☆

Abstract

Bayt al Maqdis, a city steeped in history and religious significance, holds a special place in the hearts of the followers of three Abrahamic faiths: Islam, Christianity, and Judaism. This article delves into the importance of Bayt al. Maqdis, exploring its various names, the sacred sites within its boundaries, its historical evolution, and its importance in the Quran and hadith. It further elucidates the city's importance in the eyes of Muslims, Christians, and Jews, drawing upon religious texts and traditions. Furthermore, it examines Israel's motives against Bayt al. Maqdis and the transgressions committed against the city. By shedding light on these critical issues, this article aims to provide a comprehensive understanding of the importance of Bayt al. Maqdis and the complexities surrounding this city and its future.

Keywords: importance of Bayt al Maqdis, sacred sites, history, Israel.

تعارف موضوع

کیا آپ جانتے ہیں کہ بیت المقدس کو دنیا کا سب سے مقدس شہر کیوں کہا جاتا ہے؟ تاریخ کے اوراق میں یہ شہر ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جہاں انبیائے کرامؑ کے نقوشِ قدم ثبت ہیں اور جہاں انسانی تہذیب کے اہم ترین واقعات رونما ہوئے۔ یہ صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں بلکہ تینوں الہامی مذاہب—اسلام، عیسائیت اور یہودیت—کا مشترکہ ورثہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ قبلۂ اوّل اور معراج النبی ﷺ کی جائے وقوع ہے، جہاں مسجدِ اقصیٰ واقع ہے، جو ان کے لیے تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ عیسائی اس شہر کو اس لیے مقدس مانتے ہیں کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے کئی اہم واقعات پیش آئے، اور یہودی اسے اپنی تاریخی و مذہبی روایات سے جوڑتے ہیں۔ بد قسمتی سے، یہ مقدس شہر آج اسرائیلی تسلط میں ہے، جہاں مسجدِ اقصیٰ کو نقصان پہنچانے کی منظم سازشیں کی جا رہی ہیں، اور وہاں کے معصوم شہری بدترین ظلم و جبر کا شکار ہیں۔ بیت المقدس کا تنازع محض ایک زمینی مسئلہ نہیں بلکہ مذہبی، تاریخی، اور سیاسی عوامل کا ایک پیچیدہ مجموعہ ہے، جسے عالمی برادری کی توجہ اور انصاف پر مبنی حل درکار ہے۔

☆ ریسرچ اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی و اسلامیات، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ ہیومینٹیز، COMSATS یونیورسٹی اسلام آباد، لاہور کیمپس، پاکستان۔

مبحث اول: بیت المقدس–ایک تعارف

بیت المقدس دنیا کے قدیم ترین اور متبرک شہروں میں سے ایک ہے، جسے مختلف مذاہب اور اقوام نے اپنی عقیدت و احترام کی بنیاد پر گوناگوں ناموں سے نوازا ہے۔ اسے **مسجد اقصی، بیت المقدس، مسجد ایلیا، القدس، یروشلم، بیت الاسلام، ارشلیم، بیت ایل، صیہون، قصرون، بابوش، کورشلاہ، شلیم، ازیزل، زیتون** اور دیگر کئی ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ کسی جگہ کے زیادہ نام اس کی عظمت و برکت کا مظہر ہوتے ہیں، اور یہی معاملہ بیت المقدس کے ساتھ بھی ہے۔[1]

1. **ناموں کی تاریخی ولسانی تشریح**

* **مسجد اقصی** کا مطلب ہے "سب سے دور کی مسجد"۔ بعض علما کے مطابق یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے عبادت کے لیے کوئی جگہ نہیں، جبکہ کچھ کے نزدیک اس کا مطلب ہے "پاکیزگی اور گندگی سے دوری"۔
* **بیت المقدس** کا مطلب ہے "پاک گھر" یا "ایسا مقام جہاں گناہوں سے پاکی حاصل کی جاتی ہے"۔
* یہودی اور عیسائی اسے **یروشلم** (Jerusalem) کے نام سے جانتے ہیں، اور اس کا قدیم ترین معلوم نام **یبوس (Jebus)** ہے۔
* حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں اسے یروشلم کہا جانے لگا، جس کے معنی ہیں "خدائی حکومت"۔
* عربی میں اسے **القدس** کہا جاتا ہے، جبکہ قدیم مصنفین اسے عام طور پر **بیت المقدس** کے نام سے لکھتے رہے ہیں۔[2]

2. **بیت المقدس اور تاریخ کے نشیب و فراز**

بیت المقدس ایک ایسا شہر ہے جس نے بے شمار عروج و زوال دیکھے۔

* **رومی دور** میں جب انہوں نے اس پر قبضہ کیا تو اسے "ایلیا" کا نام دیا۔
* **یہودیوں کا عقیدہ** ہے کہ یہ "خدائی مسکن" ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔
* یہ شہر **اسلامی، مسیحی اور یہودی** تاریخی آثار کا خزانہ ہے، جہاں مختلف ادوار کے نشانات جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔[3]

3. **قدیم اور جدید شہر میں فرق**

کتب مقدسہ میں یروشلم کے در و دیوار کا تذکرہ فخر و عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے، لیکن ماہرین آثار قدیمہ متفق ہیں کہ آج کا شہر بعینہٖ وہ نہیں جو حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے زمانے میں تھا۔

* امریکی مصنف **ایڈون ایس ویلیس** کے مطابق، موجودہ یروشلم ہیرودیس اور اس کے جانشینوں کے عہد والے شہر سے مختلف ہے، اور اس دور کا شہر موجودہ شہر سے تین گنا بڑا تھا۔
* جدید عمارات قدیم کھنڈرات کے ملبے سے تعمیر کی گئی ہیں، جس کے باعث پرانی تہذیب کی جھلک اب بھی دیکھی جا سکتی ہے۔[4]

---

[1] Ḥudotī, Maḥmūd al-Rashīd, Mawlānā, *Bait al-Muqaddas* (Lahore: Idāra Āb-e-Ḥayāt Trust, March 2018), p. 17.

[2] Mumtāz Liaqat, *Tārīkh Bait al-Muqaddas* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1973), p. 21.

[3] Ḥudotī, Maḥmūd al-Rashīd, Mawlānā, *Bait al-Muqaddas*, p. 87.

[4] Riḍwī, Muḥammad Fayḍ Aḥmad, Muftī, *Bait al-Muqaddas* (Karachi: Quṭb Madīnah Publishers, April 2004), p. 6.

4. بیت المقدس: سنہری اور امن کا شہر؟

یہ شہر **"Golden City"(سنہری شہر)** اور **"City of Peace" امن کا شہر** (بھی کہلاتا ہے، لیکن تاریخ اس کی تصدیق نہیں کرتی۔

* **برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا** کے مطابق، یہ 3300 سال پرانا شہر ہے، جو قدرتی آفات اور جنگوں کی تباہ کاریوں کا مسلسل شکار رہا۔[5]
* اسے کئی بار اجاڑا اور بسایا گیا، کئی بار زلزلوں سے کھنڈر بنا، بیس مرتبہ محاصرے میں آیا، اٹھارہ بار دوبارہ تعمیر ہوا، اور دو بار مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔
* **بخت نصر** اور **رومیوں** کے عہد میں اسے زمین کے برابر کر دیا گیا، عمارتیں ملیامیٹ ہوئیں، اور باشندے قتل یا جلاوطن کر دیے گئے۔
* **مذہبی حکمرانی کے چھ ادوار** اس پر گزر چکے ہیں، اور ہر دور میں اس کی شکل وصورت میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔[6]

گویا بیت المقدس محض ایک شہر نہیں بلکہ تاریخ، عقیدت، عبادت، اور سیاست کا سنگم ہے۔ یہ وہ مقدس مقام ہے جس پر مختلف مذاہب کا گہرا تعلق اور شدید دعویٰ رہا ہے۔ اس کی تقدیس، تاریخی اہمیت، اور مسلسل آزمائشوں کے باوجود، یہ آج بھی دنیا کے سب سے زیادہ زیرِ بحث اور متنازعہ شہروں میں سے ایک ہے۔

مبحث دوم: مسجد اقصیٰ: حدود، عمارات، دروازے اور مینار

1. مسجد اقصی کا احاطہ

مسجد اقصی، قدیمی شہر کے جنوب مشرق طرف، ایک نہایت وسیع رقبے پر مشتمل احاطہ ہے۔ مسجد کے احاطہ کی وسعت کا اندازہ اس سے لیجئے کہ اس کا رقبہ ۱۴۴ دونم (ایک دونم = ۱۰۰۰ مربع میٹر) ہے۔ مسجد اقصی کا پورا احاطہ شہر کے جس حصہ میں واقع ہے وہ ایک ٹیلہ نما جگہ ہے۔ اس ٹیلے کا تاریخی نام 'موریا' ہے۔ مسجد کی پیائش یوں ہے: جنوب کی طرف ۲۸۱ میٹر، شمال کی طرف ۳۱۰ میٹر، مشرق کی طرف ۴۶۲ میٹر اور مغرب کی جانب ۴۹۱ میٹر۔[7]

مسجد اقصی کے گرد مظبوط فصیل ہے، جو ۱۶۰۰ میٹر لمبی پتھر کی دیوار کی شکل میں ہے، مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مسجد اقصی کی روزِ اول سے جو حدود تھیں آج بھی وہ اپنی حدود پر قائم ہے، ان میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔[8]

مسجد اقصی کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں اس سے متعلق معلومات ذیل میں پیش کی جا رہی ہے:

2. مسجد اقصی کی حدود

بہت سارے لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد اقصی صرف اس جامع مسجد کا نام ہے جو کہ قبۃ الصخرۃ کے جنوب میں واقع ہے، اور جس میں اب پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں، حالانکہ یہ خیال غلط ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ مسجد اقصی اس پورے خطے کا نام ہے جسے چاروں طرف سے ایک دیوار نے گھیر رکھا ہے، اور اس میں جامع مسجد کے علاوہ قبۃ الصخرۃ، مروانی مصلی، متعدد دروازے اور مینار، برآمدے اور قبے، اونچے اونچے چبوترے اور پانی کی سبیلیں وغیرہ شامل ہیں۔ یاد رہے کہ مسجد اقصیٰ کے پورے خطے پر چھت نہیں ہے، بلکہ صرف جامع مسجد اور قبۃ الصخرۃ پر چھتیں موجود ہیں

---

[5] Mumtāz Liaqat, *Tārīkh Bait al-Muqaddas*, p. 98.

[6] Mumtāz Liaqat, *Tārīkh Bait al-Muqaddas*, p. 20.

[7] Ḥāmid Kamāl al-Dīn, *Masjid al-Aqṣā: Ḍeṛh Arab Musalmānōn kā Masʾalah* (Matbūʿāt Īqāẓ), p. 10.

[8] Nadwī, Aḥmad Wamīḍ, Mawlānā, *Masjid al-Aqṣā Ṣahyūnī Sāzishōn ke Narghe meṅ* (Ḥaidarābād: Dār al-Fikr wa al-Qalam, 2020), p. 21.

،اس کے باقی حصے اس کے صحن شمار ہوتے ہیں۔ یوں مسجد اقصی میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے، وہ اس کی چاردیواری کے اندر کہیں بھی نماز پڑھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

3. جامع مسجد

یہ جامع مسجد قبۃ الصخرۃ کے جنوب میں (خانہ کعبہ کی سمت) واقع ہے، اسی جامع مسجد کو آج کل لوگ مسجد اقصیٰ تصور کرتے ہیں۔ اسے اسلامی دور میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سادہ انداز میں بنایا تھا، پھر اموی دور خلافت میں اسے پوری شان وشوکت کے ساتھ تعمیر کیا گیا۔ اس کی لمبائی ۸۰ میٹر اور چوڑائی ۵۵ میٹر ہے، اس کے اندر سنگ مرمر کے ۵۳ اور عام پتھر کے ۴۹ ستون ہیں اور خانہ کعبہ کی جانب ایک سبز رنگ کا قبہ ہے۔ اس جامع مسجد کے گیارہ دروازے ہیں، سات شمال میں، ایک جنوب میں ایک مشرق میں اور دو مغرب میں۔

4. قبۃ الصخرۃ

یہ اسلامی فن تعمیر کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے، اسے ولید بن عبد الملک بن مروان نے مسجد اقصیٰ کی چاردیواری کے اندر تعمیر کیا تھا، اور جس شان و شوکت اور انتہائی خوبصورت شکل وصورت میں اس نے اسے تعمیر کیا تھا یہ آج بھی اسی شکل وصورت میں موجود ہے۔ یوں اس کی عمر تقریباً تیرہ سو سال سے زیادہ ہے۔ یہ جامع مسجد کے شمال میں واقع ایک اونچے صحن پر بنا ہوا ہے۔ آپ جامع مسجد کے شمالی دروازے سے نکلیں تو جائے وضو سے گذر کر قبہ الصخرہ کی سیڑھیوں تک جا پہنچیں گے، اس کی لمبائی شمال سے جنوب کی جانب ۵۵۰ میٹر ہے، جبکہ چوڑائی (مشرق سے مغرب کی طرف) ۳۵۰ میٹر ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قبۃ الصخرۃ کی الگ کوئی فضیلت نہیں ہے، اگر کوئی فضیلت ہے تو وہ محض اس کے مسجد اقصیٰ کے اندر واقع ہونے کی وجہ سے ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے متعلق بے بنیاد باتیں پھیلا رکھی ہیں مثلاً یہ کہ:

(۱) اس کے اوپر ایک موتی رات کے وقت سورج کی طرح چمکتا تھا، پھر بخت نصر نے اسے خراب کر دیا تھا۔

(۲) یہ جنت کے پتھروں میں سے ایک ہے۔

(۳) زمین کے تمام پانی اس قبۃ الصخرۃ کے نیچے سے جاری ہوتے ہیں۔

(۴) یہ قبہ فضا میں لٹکا ہوا ہے، زمین سے جڑا ہوا نہیں۔

(۵) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں اور فرشتوں کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔

(۶) یہ اللہ کا زمینی عرش ہے اور خطہ زمین کے عین وسط میں واقع ہے۔

(۷) اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لیے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تھے تو یہ بھی اوپر اٹھ گیا تھا، لیکن جبریل نے اسے ٹھہر جانے کا حکم دیا تو یہ ٹھہر گیا۔

(۸) قبۃ الصخرۃ کی مسجد اقصیٰ میں وہی فضیلت ہے جو کہ خانہ کعبہ میں جڑے ہوئے حجر اسود کی ہے۔ قبۃ الصخرۃ کے بارے میں یہ اور اس طرح کی دیگر خرافات زبان زد عام ہیں، جن کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ صخرۃ کے متعلق تمام احادیث کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثٍ فِي الصَّخْرَةِ فَهُوَ كَذِبٌ مُفْتَرى، وَالْقَدَمُ الَّذِي فِيهَا كَذِبٌ مَّوْضُوعٌ مِّمَّا عَمِلَتْهُ أَيْدِي الْمُزَوِّرِينَ الَّذِينَ يُرَوِّجُونَ لَهَا لِيَكْثُرَ سَوَادُ الزَّائِرِي [9]

[9] Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Aḥmad. *Majmūʿ al-Fatāwā* (Riyadh: Dār al-Wafāʾ, 1418 AH), 27: 144.

"صخرۃ" کے متعلق تمام احادیث جھوٹی اور من گھڑت ہیں، اور اس میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے جو نشانات بتائے جاتے ہیں وہ بھی جھوٹے ہیں اور جھوٹے لوگوں کی طرف سے بنائے گئے ہیں، اور وہی انھیں مشہور بھی کرتے ہیں تاکہ زائرین کی تعداد میں اضافہ ہو۔"

اور عبد اللہ بن ہشام انصاری رقمطراز ہیں:

قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ قَوْمًا مِّنَ الْجُهَلَاءِ يَجْتَمِعُونَ يَوْمَ عَرَفَةَ بِالْمَسْجِدِ، وَأَنَّ مِنْهُمْ مَنْ يَطُوفُ بِالصَّخْرَةِ، وَأَنَّهُمْ يَنْفِرُونَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ ضَلَالٌ وَأَضْغَاثُ أَحْلَامٍ [10]

"میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ عرفہ کے روز کچھ جاہل لوگ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگ صخرۃ کا طواف کرتے ہیں، اور غروب آفتاب کے وقت واپس چلے جاتے ہیں، حالانکہ یہ محض گمراہی اور اڑتے پھرتے پراگندہ خیالات ہیں"۔

اور شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الْفَضِيلَةُ لِلْمَسْجِدِ الأَقْصَى، وَلَيْسَتْ لِلصَّخْرَةِ. وَمَا ذُكِرَ فِيهَا لَا قِيمَةَ لَهُ إِطْلَاقًا مِّنَ النَّاحِيَةِ الْعِلْمِيَّةِ [11]

فضیلت صرف مسجد اقصیٰ کی ہے، صخرہ کی نہیں، اور اس کے متعلق جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اس کی علمی طور پر کوئی قیمت نہیں ہے"۔

اور سعودی عرب کی فتوی کمیٹی نے بھی لکھا ہے کہ:

وَلَيْسَتْ صَخْرَةُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ مُعَلَّقَةً فِي الْقَضَاءِ وَحَوْلَهَا هَوَاءٌ مِّنْ جَمِيعِ نَوَاحِيهَا بَلْ لَا تَزَالُ مُتَّصِلَةً مِّنْ جَانِبٍ بِالْجَبَلِ الَّتِي هِيَ جُزْءٌ مِّنْهُ مُتَمَاسِكَةً مَّعَهُ [12]

"بیت المقدس کا صخرۃ فضا میں لٹکا ہوا ہرگز نہیں کہ اس کے اردگرد چاروں طرف ہوا ہی ہو، بلکہ وہ ایک چٹان کے ساتھ ملا ہوا ہے جس کا وہ ایک حصہ ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ کرام بھی بیت المقدس میں گئے، انھوں نے مسجد اقصیٰ میں محض نماز ادا کی، اس کے علاوہ انھوں نے صخرہ کا طواف کیا نہ اسے بوسے دیے، اس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک مسجد اقصیٰ میں صرف نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، صخرۃ کی کوئی الگ فضیلت ان کے نزدیک نہیں تھی۔[13]

5. مسجد اقصیٰ کے دروازے

مسجد اقصیٰ کی چار دیواری میں لگائے گئے دروازوں کی تعداد ۱۴ ہے یہ سب مسجد کی شمالی اور مغربی سمت میں واقع ہیں۔ ان میں سے چار دروازے یہودیوں نے بند کر رکھے ہیں، اور ایک دروازہ (باب المغاربہ) کو کھولنے اور بند کرنے کا مکمل اختیار بھی انہی کے پاس ہے۔ یہ دروازہ "جامع مسجد

---

[10] Ibn Hishām al-Anṣārī, ʿAbd Allāh. *Kitāb al-Masājid wa Ādābuhā* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1422 AH), 2: 315.

[11] Al-Albānī, Nāṣir al-Dīn. *Tahdhīr al-Sājid min Ittikhādh al-Qubūr Masājid* (Riyadh: Maktabat al-Maʿārif, 1401 AH), p. 69.

[12] Al-Lajnah al-Dāʾimah lil-Buḥūth al-ʿIlmiyyah wa al-Iftāʾ. *Fatāwā al-Lajnah al-Dāʾimah* (Riyadh: Dār al-ʿĀṣimah, 1417 AH), 3: 65.

[13] Muḥammad Isḥāq Zāhid, Ḥāfiẓ, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām* (Dār al-Salām), p. 53.

" کے بالکل قریب ہے اور یہودی اسے بالکل بند کر دینے کے درپے ہیں، کیونکہ وہ اسی دروازے کی جگہ پر اپنا " عبادت خانہ " بنانا چاہتے ہیں۔ جو دروازے کھلے ہیں اور انھیں کھولنے اور بند کرنے کا اختیار مسلمانوں کے پاس ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں: **باب الأسباط، باب حطة ، باب العتم، باب الغوانم، باب المطهرة، باب القطانين، باب السلسلة، باب الحديد، باب الناظر۔**

6. مسجد اقصیٰ کے مینار

مسجد اقصی کے چار مینار ہیں جنھیں عہد مملوکی میں تعمیر کیا گیا تھا ان میں سے تین مینار مسجد کی ایک ہی سمت یعنی مغرب میں واقع ہیں، اور ایک شمالی سمت میں باب الأسباط کے قریب ہے۔ یہ چاروں مینار مندرجہ ذیل ہیں:

۱) مینار فخریہ: یہ مسجد اقصی کے جنوب مغرب میں مدرسہ فخریہ کے اوپر اسلامی عجائب گھر کے پہلو میں واقع ہے، اسے قاضی شرف الدین عبد الرحمن نے ۶۷۷ء میں بنایا تھا۔

۲) مینار باب الغوانم: یہ مسجد اقصیٰ کے شمال مغرب میں ہے، اور یہ سب سے بڑا مینار ہے۔

۳) مینار باب السلسلہ: یہ مسجد کے مغرب میں باب السلسلہ سے چند میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اسے منارۃ المحکمۃ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عہد عثمانی میں یہاں پر ایک عدالت لگا کرتی تھی۔

۴) مینار باب الأسباط: یہ مینار مسجد اقصیٰ کے شمال میں مدرسہ صلاحیہ کے قریب واقع ہے، اور یہ سب سے زیادہ خوبصورت اور انتہائی شاندار مینار ہے، اسے سیف الدین قطلوبغا نے ۷۶۹ء میں تعمیر کیا تھا۔

مبحث سوم: مسجد اقصیٰ کے ملحقہ اہم مقامات

1. **مروانی مصلی:** یہ مسجد اقصیٰ کے جنوب مشرق میں واقع ہے، اس کے سولہ برآمدے اور آٹھ دروازے ہیں۔ اسے عہد بنو امیہ میں بنایا گیا اور عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں اس سے ایک مدرسہ کا کام لیا جاتا تھا، تب سے اسے مروانی مصلی کا نام دے دیا گیا، پھر جب صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تو اسے گھوڑوں اور دیگر جانوروں کے باندھنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا حالانکہ یہ محض ایک جھوٹ ہے، جسے یہودی ذرائع ابلاغ نے ہی گھڑا اور منتشر کیا ہے، اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسجد اقصی پر وہ اپنا کوئی حق ثابت کر سکیں۔
2. **جائے وضو:** یہ سنگ مرمر سے بنا گول شکل کا ایک خوبصورت حوض ہے، اور اس کے وسط میں ایک فوارہ ہے، اس کے چاروں طرف ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں جن سے نمازی حضرات وضو کرتے ہیں۔ یہ جامع مسجد اور قبۃ الصخرۃ کے درمیان واقع ہے۔
3. **دیوار براق:** یہ مسجد اقصیٰ کی جنوب مغربی دیوار ہے، جسے حائط البراق کہا جاتا ہے اور اس کی لمبائی ۵۰ میٹر اور اونچائی ۲۰ میٹر ہے۔ یہ مسجد اقصیٰ کا ہی ایک حصہ ہے اور مسلمان اسے اپنی املاک میں شمار کرتے ہیں، جبکہ یہود اسے حائط المبکی " دیوار گریہ " کا نام دیتے ہیں اور ان کا دعوی ہے کہ یہ " ہیکل سلیمانی " کا بقیہ حصہ ہے۔
4. **کنویں:** مسجد اقصیٰ کے صحن میں کئی کنویں موجود ہیں جن کی تعداد تقریبا ۲۶ ہے۔ یہ کنویں مسجد اقصیٰ کی چار دیواری کے اندر کھودے گئے ہیں، تاکہ بارشوں کا پانی انہی کنوؤں میں جمع ہوتا رہے اور ضائع نہ ہو۔ یہ کنویں پکے پتھر سے بنے ہوئے ہیں اس لئے ان میں کم ہی کوئی کنواں خراب ہوتا ہے۔ کنویں کا منہ تنور کے منہ کی طرح تنگ اور گول ہوتا ہے، اور اس پر ایک بڑا ڈھکن رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کے اندر کوئی چیز نہ گرے، ہر کنویں کا الگ الگ نام ہے اور ان سے نمازیوں کے علاوہ بیت المقدس کے دیگر رہائشی بھی مستفید ہوتے ہیں۔
5. **پانی کی سبیلیں:** مسجد اقصیٰ کے صحن میں پانی کی گیارہ سبیلیں موجود ہیں، ہر ایک کا الگ الگ نام ہے، ان میں مشہور ترین سبیل " سبیل قایت بائے " ہے جو کہ عہد مملوکی کے اعلی فن تعمیر کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ سبیل باب السلسلہ اور باب القطانین کے درمیانی صحن میں واقع

ہے، اسے سنگ مر مر سے تعمیر کیا گیا ہے، اس کے اوپر ایک خوبصورت قبہ ہے اور چاروں طرف پانی پینے کے لیے کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں۔

چبوترے: مسجد اقصی علمی حلقوں کے ساتھ مشہور رہی ہے، کیونکہ بہت سارے نامور علماء اس میں بے شمار طالب علموں کو پڑھاتے رہے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک چبوترہ خاص ہوتا تھا جو کہ زمین کی سطح سے ایک یا دو سیڑھیوں کے برابر اونچا بنایا جاتا تھا، اور اس کی ایک سمت ایک چھوٹی سی محراب بھی تعمیر کی جاتی تھی جس کی طرف پیٹھ کر کے استاذ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے طالب علموں کو درس دیا کرتا تھا۔ اب بھی مسجد اقصیٰ کے صحنوں میں اس طرح کے تیس کے قریب چبوترے موجود ہیں۔[14]

مبحث چہارم: دیگر زیارتیں

1. **مہد مسیح:** احاطہ حرم کے جنوب مشرقی کونے میں قدیم آثار پر ایک چھوٹی سی زمین دوز مسجد (۲۰ گز × ۴۵ گز) مہد مسیح کے نام سے مشہور ہے۔ ابن عبدربہ نے محراب مریم بنت عمران اور مقدسی نے محراب مریم و ذکریا کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے محراب مریم میں فرشتے حضرت مریم کے واسطے گرمیوں میں سردی کے اور سردی میں گرمیوں کے پھل لایا کرتے تھے۔ محراب زکریا، اس کے ساتھ ہی ہے۔ جہاں فرشتوں نے انھیں ولادت حضرت یحیی کی بشارت دی جبکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ مہد مسیح میں زمانہ قدیم سے حضرت مسیح کا پنگوڑا رکھا ہے۔ یہ پنگوڑا پتھر کا ہے اور اتنا وسیع ہے کہ ایک آدمی اس میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ یہ پنگوڑا زمین میں گڑا ہوا ہے۔ حضرت مسیح اسی میں لٹائے گئے۔ اور انھوں نے شیر خوارگی میں لوگوں سے گفتگو فرمائی۔ اسی پنگوڑا کو مسجد کی محراب بنا دیا گیا ہے۔ محراب مریم اور محراب ذکریا اس کے مشرقی پہلو میں ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت عیسی اسی جگہ پیدا ہوئے تھے۔ ایک ستون پر انگلیوں کے نشان ہیں جس کے بارے میں لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت مریم نے دردزہ کی شدت میں اس پتھر کو زور سے پکڑا تھا۔ اور یہ انہی کی انگلیوں کے نشان ہیں۔
2. **سیدنا سلیمان کا مصلی یا کرسی:** باب حطہ میں داخل ہو کر داہنی طرف مسجد کے شمالی دروازہ شرف الانبیاء پر نگاہ پڑتی ہے۔ باب حطہ اور اس باب کے درمیان چار ستونوں پر یہ قبلہ قائم ہے۔ جس میں قبلہ زو محراب بنی ہوئی ہے اسے سیدنا سلیمان کا مصلی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان معبد کی تعمیر کے وقت یہیں بیٹھ کر فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔
3. **روضہ سیدنا سلیمان:** یہ روضہ صخرہ کے جانب مشرق تین سو قدم کے فاصلے پر بیرونی دیوار کے متصل ایک مقفل کمرے میں واقع ہے۔ کمرے کے دونوں جانب جالی دار کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ جن سے قبر دیکھی جا سکتی ہے۔ قبر کی لمبائی سات گز ہوگی۔ قبر شمالاً جنوباً ہے۔ اور کمرے کے متصل حبس سلیمان (جیل خانہ) ہے۔ جہاں شریر جنات کو قید و بند رکھا جاتا تھا۔ اسطبل یہاں سے ذرا فاصلے پر ہے۔
4. **مزار مولانا محمد علی جوہر:** مولانا محمد علی جوہر کا مزار صخرہ کے بالمقابل جانب مغرب ایک بند کمرے میں ہے۔ کتبہ پر عربی عبارت لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: "اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی جان و مال کے صدقے جنت دے گا یہ مجاہد عظیم مولانا محمد علی جوہر کی قبر ہے (اللہ تعالی ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے)"
5. **دیوار گریہ:** حرم شریف کی مغربی دیوار میں پچاس فٹ کے ایک ٹکڑے کے بارے میں یہودیوں کا دعوی ہے کہ یہ ہیکل سلیمانی کے باقیات میں سے ہے، چنانچہ اس مقام پہ آتے اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور اسی نسبت سے اس کا نام دیوار گریہ پڑ گیا ہے، اس مقام کو مسلمان البراق کہتے ہیں۔ کیونکہ شب معراج سرور کائنات اسی جگہ براق سے اُترے اور براق کو باندھا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس جگہ کی نشان دہی کرنے کے لیے یہاں ایک گول کڑا لگا ہوا ہے۔[15]

---

[14] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 56.

[15] Mumtāz Liaqat, *Tārīkh Bait al-Muqaddas*, p. 183.

6. **وادیٔ ساہرہ و میدان جہنم:** ناصر خسر لکھتا ہے کہ جامع مسجد سے آگے ایک مسطح میدان ہے، جسے ساہرہ کہتے ہیں، مشہور ہے کہ یہی میدان قیامت ہے اور یہی محشر خلائق ہو گا۔ مسجد اور دشت ساہرہ کے درمیان نشیب میں ایک وادی ہے، اس وادی کو جو بطور خندق کے ہے، حضرت عمر نے وادیٔ جہنم کا نام دیا تھا۔ اسی وادی میں وہ عمارت ہے جسے ناصر خسرو نے فرعون کا گھر قرار دیا ہے جو اپنی ساخت کے لحاظ سے متحیر کن ہے۔ وادیٔ جہنم یا کیدرون کے نشیبی علاقہ میں عین (چشمہ) ایوب علیہ السلام ہے۔
7. **جامع عمر:** جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر کو امان دے دی تو راہب اعظم نے حضرت عمر کو کنیسہ کمامہ دیکھنے کی دعوت دی، حضرت عمر وہاں تشریف لے گئے، جب وہاں سے نکلنے لگے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ پادری نے وہیں نماز پڑھنے کی درخواست کی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں، پھر آپ نے سیڑھیوں پر نماز ادا کی۔ نماز ادا کر چکے تو آپ کو خیال آیا۔ مبادا مسلمان اس کو روایت بنالیں تو عیسائیوں کی عبادت گاہیں محفوظ نہیں رہیں گی، آپ نے فوراً ایک کاغذ منگوایا اور اس پہ تحریر دے دی کہ کوئی مسلمان میری ادائیگی نماز کو مثال بنا کر اس گرجا پر تصرف نہ کرے، چنانچہ عیسائیوں نے اس رواداری اور انصاف کے اعتراف میں گرجا کے سامنے بیں قدم کے فاصلے پر ایک مسجد تعمیر کرنے کی اجازت چاہی۔ جسے مسلمانوں نے قبول کر لیا۔ چنانچہ آج یہی مسجد جامع عمر کے نام سے مشہور ہے۔
8. **مسجد فاروقی:** یہ مسجد، جبل زیتون پر کنیسہ صعود کے قریب واقع ہے۔ کہتے ہیں حضرت عمر جب بیت المقدس تشریف لائے۔ تو انہوں نے لشکر کے ساتھ اسی جگہ قیام کیا۔ اور یہاں آجکل مسجد فاروقی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ بعد میں مسلمانوں نے اس جگہ ایک مستقل مسجد تعمیر کر دی۔ جو مسجد فاروقی کہلائی۔
9. **القیامہ یا کمامہ:** عیسائی روایات کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام یہیں مصلوب اور مدفون ہوئے اور یہیں دوبارہ زندہ ہوئے۔ اس گرجے میں انہوں نے ایک صلیب بنا رکھی ہے، جو سنگ مرمر کے ایک مستطیل چبوترہ پر کھڑی ہے۔
10. **کنیسۂ صعود:** کوہ زیتون پر واقع ہے جہاں حضرت عیسی علیہ السلام رات کو عبادت کیا کرتے تھے اور جب یہودیوں نے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے آپ کو اٹھالیا۔[16]

مبحث پنجم: مسجد اقصیٰ: حرم کی حیثیت اور گنبد صخرہ سے فرق

1. کیا مسجد اقصی "حرم" ہے؟

مسجد اقصیٰ کے متعلق ایک غلطی عام لوگوں میں بکثرت منتشر ہے اور وہ ہے اسے "حرم" تصور کر کے "حرم شریف" یا "ثالث الحرمین" کے نام سے یاد کرنا، حالانکہ مسجد اقصیٰ حرم نہیں ہے، کیونکہ حرم اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور قتال کرنا حرام ہوتا ہے، اور دوسری جگہوں کی نسبت اس کے چند مخصوص احکام ہوتے ہیں جو اسی کے اندر لاگو ہوتے ہیں اس سے باہر نہیں، اور ایسا حرم دنیا بھر میں صرف مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں ہے، اس کے علاوہ کہیں کوئی حرم نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" الأقصى : اسْمُ للمَسْجِدِ كُلِّهِ. ولاَ يُسَمَّى هُوَ وَلاَ غَيْرُهُ حَرَماً ، وَإِنَّمَا الحَرَمُ بِمَكَّةَ وَالمَدِينَةِ خَاصَّةً
اقصی پوری مسجد کا نام ہے، اسے اور کسی دوسری جگہ کو حرم کہنا درست نہیں۔ حرم تو صرف مکہ اور مدینہ میں ہیں۔"

نیز فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ فِي الدُّنْيَا حَرَم ، لاَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَلاَ غَيْرُهُ إِلا هَذَانِ الْحَرَمَانِ، وَلاَ يُسَمَّى غَيْرُهُمَا حَرَمًا كَمَا يُسَمِّى الْجُهَّالُ فَيَقُولُونَ: حَرَمُ الْمَقْدِسِ وَحَرَمُ الْخَلِيلِ ، فَإِنَّ هَذَيْنِ وَغَيْرَهُمَا لَيْسَا بِحَرَمٍ بِاتِّفَاقِ

[16] Mumtāz Liaqat, *Tārīkh Bait al-Muqaddas*, p. 201.

الْمُسْلِمِينَ، وَالْحَرَمُ الْمُجْمَعُ عَلَيْهِ حَرَمُ مَكَّةَ. وَأَمَّا المدينة الْمَدِينَةُ فَلَهَا حَرَمٌ أَيْضًا عِنْدَ الْجُمْهُورِ كَمَا اسْتَفَاضَتْ بِذَلِكَ الأَحَادِيث عَنِ النَّبِيِّ [17]

"دنیا میں کوئی حرم نہیں ہے، بیت المقدس نہ کوئی اور سوائے ان دو حرموں کے، ان کے علاوہ کسی جگہ کو حرم کہنا جیسا کہ کئی جاہل لوگ حرم القدس اور حرم الخلیل کہتے ہیں بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ دونوں اور ان کے علاوہ کوئی اور جگہ حرم نہیں ہے۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور وہ حرم جس کے حرم ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے وہ ہے حرم مکہ، اور رہا مدینہ تو جمہور علماء کے نزدیک اس کا بھی ایک حرم ہے جیسا کہ اس بارے میں رسول اللہ علی ایم کی مشہور احادیث موجود ہیں۔"

اور سعودی عرب کی فتوی کمیٹی نے اپنے فتوی نمبر (۵۳۸۷) میں لکھا ہے:

لا نَعْلَمُ دَلِيلاً يَدلُّ أَنَّ الْمَسْجِدَ الأَقْصَى حَرَمٌ مِثْلَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ الشَّرِيفَ [18]

"ہمارے علم میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلے کہ مسجد اقصیٰ بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی کی طرح حرم ہے"۔

2. مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ میں فرق

یہ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا دور ہے، جس کی ڈوریاں یہود کے ہاتھ میں ہیں، وہ ایک عرصہ سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے دل ودماغ سے، مسجد اقصی" کی شبیہ مٹادی جائے، اور انہیں یہ پتا ہی نہ چلے کہ مسجد اقصی کسے کہتے ہیں؟ اس کی شان وعظمت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب ہم گوگل (Google) پر مسجد اقصی لکھ کر سرچ (Search) کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارے سامنے سنہری رنگ کے گنبد کی تصویر آتی ہے۔ یاد رکھیے کہ یہ مسجد اقصی نہیں بلکہ یہ تو قبۃ الصخرہ (Dome Of Rock) کی تصویر ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کیلئے تشریف لے گئے تھے، جبکہ مسجد اقصی کا گنبد سیاہی مائل سرمئی ہے، اور وہ حرم قدسی کے جنوبی حصے میں واقع ہے، اس کی عمارت عام مساجد کی طرح ہے اور اس کا احاطہ اس قدر بڑھا ہے کہ اس میں ہزاروں نمازیوں کیلئے گنجائش موجود ہے۔[19]

مبحث پنجم: بیت المقدس کی تاریخ

1. قدیم تاریخ

مسجد اقصی کی بنا کس نے رکھی؟ راجح ترین یہی ہے کہ سب سے پہلے شخص، جنہوں نے اس کی تعمیر کی، آدم علیہ السلام ہیں۔ اس رائے کی رو سے، آدم علیہ السلام نے بیت الحرام کی بنیادیں رکھنے کے چالیس سال بعد اس دوسرے خانۂ خدا کی بنیادیں رکھیں، اور ایسا بہ امر خداوندی ہوا۔ نہ یہاں کوئی کلیسا تعمیر ہوا تھا اور نہ کوئی۔ی ہیکل، اور شمپل۔ پھر اس سے ایک مدت دراز بعد خلیل خدا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت ہوئی جو کفر خانہ عراق کو خیر آباد کہہ کر اس جانب نقل مکاں ہوئے۔ یہ واقع کوئی اٹھارہ سو تا دو ہزار قبل مسیح کا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کی بنیادیں از سر نو

---

[17] Ibn Taymiyyah, Taqī al-Dīn Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, *Majmūʿ al-Fatāwā* (Riyadh: Dār al-ʿĀṣimah, 1995), 27: 142.

[18] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 42.

[19] Madnī, ʿAbd al-Rashīd Humāyūn, Muftī, *Wāʿiẓ al-Jumuʿah Masjid al-Aqṣā, Bait al-Muqaddas aur Maujūdah Ṣūrat-e-ḥāl* (Karachi: Idāra Ahl-e-Sunnat, 2021), p. 7.

اٹھائیں اور اسے بنفس نفیس آباد کیا اور پھر اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو اسکی آبادی پر مامور کیا۔ بعد ازاں آپ کے دوسرے فرزند اسحاق علیہ السلام اور پھر ان کے فرزند یعقوب علیہ السلام خطہ اقصیٰ کی آبادی پر مامور ہوئے۔ پھر سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں ہزار سال قبل مسیح اسکی تعمیر نو ہوئی۔[20]

اس عبادت گاہ کو یہودی ہیکل سلیمانی کا نام دیتے ہیں۔ ہماری روایتوں میں اسے مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلی جو مسجد تعمیر ہوئی، مسجد حرام ہے اور دوسری مسجد جو تعمیر ہوئی، مسجد اقصیٰ ہے۔ اور قرآن مجید نے واضح طور پر مسجد اقصیٰ بیت المقدس ہی کو کہا ہے۔ جب قرآن مجید کا نزول ہوا تو اس وقت یہاں کوئی مسجد نہیں تھی بلکہ ایک احاطہ تھا۔ اس مقدس احاطے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد تعمیر کی تھی۔ یہ پہلے مسجد عمر کہلاتی تھی۔ بعد میں اسی کا نام مسجد اقصیٰ پڑ گیا۔[21]

تاریخ میں لکھا ہے کہ:

> بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوئی تو سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کے گیارہ سال گزر چکے تھے۔ بیت المقدس اپنی شان و شوکت کے ساتھ اس وقت تک اپنی ھئیت پر برقرار رہا جب تک بخت نصر نے اس پر شب خون نہیں مارا تھا، بخت نصر نے اسے تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ بخت نصر اپنی فوجوں سمیت مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گیا تھا، جہاں اس نے اس دیس کو اجاڑا تھا، بنی اسرائیل کو قتل کے گھاٹ اتارا تھا، بیت المقدس کو ویران کر ڈالا تھا، شام کو روند ڈالا تھا، اسی کے قریب تھیلے سونے اور چاندی کے وہاں سے اٹھا کر رومیہ میں جا کر پھینک دیے اور اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی ڈھال میں مٹی بھر کر بیت المقدس میں ڈالے۔[22]

بیت المقدس کے اس دور بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے اس شہر کو ویران پایا تو تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر پھر کبھی آباد ہو گا؟ اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب وہ سو سال بعد اٹھائے گئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پر رونق شہر بن چکا تھا۔[23]

بخت نصر کے بعد ۵۳۹ ق م میں شہنشاہ فارس روش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی۔ یہودی حکمران ہیرود اعظم کے زمانے میں یہودیوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے یروشلم اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔ ۱۳۷ ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔[24]

2. مسلم تاریخ

جب نبی کریم ﷺ معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے، ۲ھ بمطابق ۶۲۴ء تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا، حتی کہ حکم الٰہی کے مطابق کعبہ (مکہ) کو قبلہ قرار دیا گیا۔ ۱۷ھ یعنی ۶۳۹ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔[25]

---

[20] Ḥāmid Kamāl al-Dīn, *Masjid al-Aqṣā: Ḍeṛh Arab Musalmānōn kā Masʾalah*, p. 21.

[21] Dr. Ḥāfiẓ Muḥammad Zubair, *Tārīkh Bait al-Muqaddas aur Masʾalah Filasṭīn* (Lahore: Dār al-Fikr al-Islāmī, 2023), p. 14.

[22] Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 42.

[23] Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 88.

[24] Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 91.

[25] Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 89.

جامع قبلی کی تعمیر ہوئی جو کہ مسجد اقصی کا پیشینی حصہ ہے۔ پھر دولت اموی کے عہد میں گنبد صخرہ کی تعمیر ہوئی اور اس کے ساتھ جامع قبلی کی تعمیر نو بھی ہوئی۔ اموی دور کے اس تعمیری منصوبے نے اپنی تکمیل کو پہنچنے میں تیس سال لگائے ۶۶ھ بمطابق ۶۸۵ء سے لے کر ۹۶ھ بمطابق ۷۱۵ء تک۔ تب سے اب تک مسجد اقصی اسی نقشے پر قائم ہے۔[26]

۱۰۹۹ء میں پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے ۷۰ ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔[27]

3. جدید تاریخ

پہلی جنگ عظیم دسمبر ۱۹۱۷ء کے دوران انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے ۷۸ فیصد رقبے پر قابض ہو گئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جما لیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلہ اول ہنوز یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہودیوں کے بقول ۷۰ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے اس لیے اسے "دیوار گریہ" کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دار الحکومت بھی بنا رکھا ہے۔[28]

مبحث ششم: قرآن وحدیث کی روشنی میں بیت المقدس کی فضیلت

1. قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں اس جگہ کا یوں ذکر فرمایا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [29]

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔"

بیت المقدس کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہی فضیلت کیا کافی نہیں تھی کہ اس کا ذکر خیر قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب میں آیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے برکت والی سرزمین بتایا ہے، اس کے گرد قدرت والے نے برکتیں ہی برکتیں رکھی ہیں، اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں یہاں سے گھما کر آسمانوں کی سیر کروانے کی ایک غرض یہ تھی کہ انہیں اس عظیم جگہ اور مکان کی فضیلت سے آگاہ کیا جائے،

---

26 Ḥāmid Kamāl al-Dīn, *Masjid al-Aqṣā: Ḍeṛh Arab Musalmānōn kā Masʾalah*, p. 21.

27 Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 89.

28 Ḥudotī, *Bait al-Muqaddas*, p. 89.

29 Al-Isrāʾ 17:1.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت اللہ شریف اور اور بیت المقدس دونوں گھروں کی فضیلت واضح کر دی جائے، ان کی بزرگی واضح کر دی جائے۔ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ:

ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ [30]

"تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ، یہاں سے بافراغت جو مرضی ہے کھاؤ، دروازوں سے سجدہ کرتے ہوئے تم نے داخل ہونا ہے، ہمیں معاف کر دے کے کلمات کہتے ہوئے داخل ہونا ہے، اس پر ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، اور ہم نیکو کاروں کو زیادہ دیتے ہیں۔"

یہ اعزاز مسجد اقصیٰ ہی کو حاصل ہوا کہ اس میں سجدہ کرنے والے کو معافی کا پروانہ دینے کا وعدہ کیا گیا، کسی اور جگہ کے لیے یہ اعزاز نہیں ہے، اللہ نے مسجد اقصیٰ کو اس اعزاز کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم اور اپنے نبی حضرت لوط علیہما السلام کے بارے میں فرمایا کہ:

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ [31]

"ہم نے اسے اور لوط کو ایسی سرزمین کی طرف نجات عطا کی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکات رکھی ہیں۔"

اس سے مراد بیت المقدس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے، بیت المقدس ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ اسی علاقہ کو اللہ نے موسی علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا، فرمان باری تعالی ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ [32]

"اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالی نے تمہارے نام لکھ دی ہے"

وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ [33]

"اور مریم کے بیٹے (عیسی علیہ السلام) کو اور ان کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی، اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔"

حضرت عیسی (علیہ السلام) اللہ تعالی کی قدرت کی ایک نشانی کے طور پر بغیر باپ کے بیت اللحم کے مقام پر پیدا ہوئے تھے، بیت اللحم کا بادشاہ ان کی والدہ کا دشمن ہو گیا تھا، اس لئے حضرت مریم (علیہا السلام) کو وہاں سے نکل کر کسی ایسی جگہ اپنے آپ کو اور اپنے صاحبزادے کو چھپانا پڑا جہاں اس بادشاہ کی پہنچ نہ ہو، قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ایک ایسی بلند جگہ پر پناہ دی جو ان کے لئے پر سکون بھی تھی، اور وہاں چشمے کا پانی بھی بہتا تھا جو ان کی ضروریات پوری کر سکے۔ حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ [34]

---

[30] Al-Baqara 2:58.

[31] Al-Anbiyāʾ 21:71.

[32] Al-Māʾida 5:21.

[33] Al-Muʾminūn 23:50.

"جس دن یہ جلدی جلدی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہوں۔"

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں اس سے مراد بیت المقدس کی طرف دوڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ [35]

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی جگہ بسایا جو صحیح معنی میں بسنے کے لائق جگہ تھی۔"

بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ انہیں شام میں اور خصوصا بیت المقدس میں ٹھکانہ عطا فرمایا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ [36]

"اور ذرا توجہ سے سنو! جس دن ایک پکارنے والا ایک قریبی جگہ سے پکارے گا۔"

بعض حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ پکارنے والا بیت المقدس کی چٹان سے پکارے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ [37] "جس کے بعد وہ اچانک ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔"

اس ساہرہ سے مراد بیت المقدس کی جانب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ [38] "قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔"

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق ہے اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ [39]

"پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا جس کے اندر کی طرف رحمت ہو گی، اور باہر کی طرف عذاب ہو گا۔"

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس دیوار کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے، جس کے اندر کی طرف رحمت ہو گی اور باہر کی طرف جہنم ہو گی۔ ان آیات مبارکہ میں بیت المقدس کی فضیلت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ اور مقام کیا ہے، جہاں ہزاروں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، جہاں ان کی آخری آرام گاہیں موجود ہیں، جہاں سارے انبیاء کرام کا اجتماع ہوا تھا، جہاں میدان محشر برپا ہو گا، جس کے گرد اگرد برکات رکھی گئی ہیں۔

2. حدیث کی روشنی میں

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ کعبۃ اللہ شریف کے بعد تعمیر کی جانے والی دوسری مسجد ہے،

حضرت سیدنا ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، کہ رُوئے زمین پر سب سے پہلے کونسی مسجد تعمیر کی گئی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسجد حرام" (یعنی خانہ کعبہ شریف)، میں نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد کونسی مسجد تعمیر کی گئی؟ حضور صلی

[34] Al-Maʿārij 70:43.
[35] Yūnus 10:93.
[36] Qāf 50:41.
[37] Al-Nāziʿāt 79:14.
[38] Al-Tīn 95:1.
[39] Al-Ḥadīd 57:13.

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسجد اقصی"، میں نے عرض کی: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کل کتنا وقفہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چالیس سال"۔[40]

مسجد اقصیٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ اس کا شمار ان تین مساجد میں کیا گیا ہے، جن کی طرف عبادت وزیارت کی غرض سے سفر کرنا مشروع قرار دیا گیا ہے، حضرت سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: (۱) الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، (۲) وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ، (۳) وَمَسْجِدِ الأَقْصَى[41]

"(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) تین مساجد کے سوا کسی مسجد کا قصد کر کے سفر مت کرو: (۱) مسجد حرام، (۲) میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی)، (۳) اور مسجد اقصیٰ"۔

مسجد اقصیٰ کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ حدیث پاک میں یہاں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَأَلَ اللهَ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، أَنْ لَا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ، أَنْ يُخْرِجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[42]

"جب حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام مسجد اقصی کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے اللہ تعالی سے یہ دعا کی، کہ جب بھی کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے آئے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر نکلے، جیسے پیدا ہوتے وقت تھا"۔

مسجد اقصی سے حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھنا، اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کا باعث ہے، حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ[43]

"جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک، احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتا ہے، اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔ یا فرمایا: وَجَبَتْ لَهُ الجنة "اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے"

ابوذر رضي اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا مسجد نبوی افضل ہے یا بیت المقدس؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری مسجد میں نماز وہاں (بیت المقدس) کی چار نمازوں سے افضل ہے اور وہ نمازی بھی بہت ہی اچھا ہے، ایک وقت آئے گا کہ کس آدمی کے پاس اس کے گھوڑے کی رسی جتنی زمین کا ٹکڑا ہو گا جہاں سے اسے بیت المقدس نظر آئے گا، تو

---

[40] Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, *Sunan al-Nasāʾī*, Kitāb al-Masājid, Bāb Dhikrī Masjid Wuḍiʿ Awwalā, Ḥadīth 691.

[41] Dārimī, Abū ʿAbd Allāh, *Musnad al-Dārimī*, Kitāb al-Ṣalāh, Bāb Lā Tushadd al-Riḥāl Illā Ilā Thalāthat Masājid, Ḥadīth 1459.

[42] Nasāʾī, *Sunan al-Nasāʾī*, Kitāb al-Masājid, Bāb Faḍl Masjid al-Aqṣā wa al-Ṣalāh fīh, Ḥadīth 694.

[43] Sijistānī, Sulaymān ibn Ashʿath, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Manāsik, Bāb Fī al-Mawāqīt, Ḥadīth 1741.

یہ اس کے لیے ساری دنیا سے بہتر ہو گی۔"مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے تو اس طرح مسجد اقصی میں ایک نماز اڑھائی سو ۲۵۰ نماز کے برابر ہوئی۔[44]

اور وہ ایسی پاکیزہ سرزمین ہے جہاں پر کانا دجال بھی داخل نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "وہ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین میں گھومے گا۔"[45]

عیسی علیہ السلام دجال کو اسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ حدیث نبوی میں فرمان نبوی ہے۔ نواس بن سمعان رضي الله تعالى عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عیسی بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔"لد بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔[46]

ایک لمبی حدیث میں جسے ابو هريرہ رضي الله تعالى عنہ نے راویت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی، حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: فحانت الصلاة فاممتهم (نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی)۔[47]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کی ہے جسکا اختصار یہ ہے کہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت دعا کی تھی کہ اے اللہ مجھے بیت المقدس کی پاک سرزمین کے قریب کر دے۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی تھی؟ اس کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَأَمَّا سُؤَالُهُ الإِدْنَاءَ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَلِشَرَفِهَا وَفَضِيلَةِ مَنْ فِيهَا مِنَ الْمَدْفُونِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِم[48]

"رہا موسیٰ علیہ کا یہ سوال کہ انھیں پاک سرزمین کے قریب کر دیا جائے تو یہ محض اس کے مقام و مرتبہ اور اس میں انبیاء کرام وغیرہ کے مدفون ہونے کی وجہ سے تھا۔"

ارشاد نبوی ہے

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دین پر قائم اور اپنے مخالفین پر غالب رہے گا۔ اس کی مخالفت کرنے والا اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا الا یہ کہ کوئی تکلیف اسے (اللہ کی طرف سے) پہنچ جائے اور اللہ کا حکم (یوم آخرت) آنے تک وہ بدستور اسی طرح رہے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کہاں ہونگے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المقدس اور اس کے آس پاس۔[49]

---

[44] Al-Bayhaqī, Abī Bakr, *Al-Jāmiʿ Shuʿab al-Īmān*, Kitāb al-Manāsik, Ityān al-Madīnah wa Ziyārat Qabr al-Nabī wa Ṣalāh fī Masjidih wa Masjid Qubā, Ḥadīth 3849.

[45] Aḥmad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad ibn Ḥanbal*, Ḥadīth 19665.

[46] Qazwīnī, Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Fitan, Bāb Fitnat al-Dajjāl wa Khurūj..., Ḥadīth 4075.

[47] Nayshāpūrī, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Īmān, Bāb al-Isrāʾ..., Ḥadīth 411.

[48] Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Ṣaḥīḥ Bukhārī*, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, Bāb Wafāt Mūsā wa Dhikruh Baʿd, Ḥadīth 3407.

[49] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 28.

مسجد اقصیٰ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی دی تھی کہ دشمن اس کے خلاف سازشیں کریں گے اور مسلمان اس سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے بھی اس قدر بے بس ہو جائیں گے کہ اگر ایک مسلمان کے پاس زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہوگا جہاں سے وہ مسجد اقصیٰ کو دیکھ سکے گا تو اسے وہ چھوٹا سا ٹکڑا پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہوگا۔[50]

مبحث ہشتم: بیت المقدس—مقام، اہمیت اور صہیونی عزائم

1. بیت المقدس کا مقام

بیت المقدس، ارض المقدس کا اللہ کے ہاں کیا مقام ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اور ہم انہیں اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں کے لیے برکتیں رکھی ہیں۔ جس سرزمین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے برکات کا ذکر فرمایا وہ یہی سرزمین بیت المقدس ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ بیت المقدس کی طرف چلیں، جہاں میری آگ ہے، جہاں میرا نور ہے، جہاں میرا تنور ہے، جس کے بارے میں فرمایا تھا کہ وَفَارَ التَّنُّورُ، (تنور نے جوش مارا) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرزمین بیت المقدس ہی میں کلام فرمایا تھا، جس پہاڑ پر اللہ نے اپنی تجلی ڈالی تھی وہ سرزمین بیت المقدس ہی کا پہاڑ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نور الٰہی کا مشاہدہ جس سرزمین پر کیا تھا وہ یہی سرزمین بیت المقدس تھی۔

بیت المقدس کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شخص جب اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو ہم بیت المقدس کی زیارت کے لیے چلتے ہیں پھر وہ دونوں ایسا ہی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے لیے کہتے ہیں کہ تمہیں مبارک ہو۔ حضرت مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کی توبہ سرزمین بیت المقدس میں قبول فرمائی تھی، بیت المقدس ہی میں اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو تاج شاہی سے نوازا تھا، یہی وہ مقام مقدس ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کے فرزند حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی، یہی وہ مقام ہے جہاں بیت المقدس میں فرشتوں نے داؤدی محراب کی دیوار بنائی تھی، یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر کر دیے تھے، پرندے تابع فرماں کر دیے تھے، اسی مقام پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قربانیاں کیا کرتے تھے۔

بیت المقدس ہی میں ہر رات کو فرشتے اترتے ہیں، اسی مقام پر حضرت مریم کو سردی میں گرمی کے اور گرمی کے موسم میں سردی کے موسم کے پھلوں سے نوازا جاتا تھا، بیت المقدس ہی میں اللہ تعالیٰ نے پاکدامن بی بی مریم کے لیے کھجور کا درخت اگایا تھا، یہی وہ مبارک جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، یہی وہ مقام ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بسلامت آسمان کی طرف اٹھالیا تھا، یہی وہ مقام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے چناچنایا، سجاسجایا، لدالدایا دستر خوان آسمان سے اتارا تھا۔

یاجوج اور ماجوج قیامت سے پہلے تمام روئے زمین پر غالب ہو جائیں گے مگر حرم اور بیت المقدس ہی ایسی جگہ ہے جہاں پر ان کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو سرزمین بیت المقدس ہی میں ہلاکت سے دوچار کریں گے، یہی وہ دھرتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ روزانہ اپنی بھلائی کی نگاہ فرماتے ہیں۔ جس رات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے فرشتے بھیجے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر مکہ سے لے آؤ تو اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنتی براق بھیجی گئی تھی، جس پر فرشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے سوار کیا اور بیت المقدس لے گئے، یہی وہ جگہ ہے جس کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق نے وصیت کی تھی کہ جب وہ دونوں فوت ہو جائیں گے تو انہیں یہاں دفن کیا جائے، حضرت مریم کا انتقال بھی بیت المقدس میں ہوا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے ہجرت کر کے بیت المقدس پہنچے تھے، تابوت سکینہ بیت المقدس ہی سے اٹھایا گیا تھا، ایک زمانہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا

---

[50] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 60.

کرتے رہے، دوزخ کے فرشتہ خازن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بیت المقدس ہی میں دیکھا تھا۔ بیت المقدس وہ مبارک اور خوش نصیب سرزمین ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق میں تشریف لائے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے واپس زمین کی طرف تشریف لائے تو بیت المقدس ہی میں اترے تھے، بیت المقدس ہی وہ سرزمین ہے جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی تاریکی میں لایا گیا تھا۔ اہل علم و عرفاں کہتے ہیں کہ سرزمین بیت المقدس ہی وہ مبارک اور خوش نصیب زمین ہے جو محشر اور منشر ہو گا، یہ لوگوں کے جمع ہونے اور پھیلنے کی جگہ ہو گی، یہی وہ جگہ ہے جہاں رب العالمین بادلوں کے سایہ میں جلوہ افروز ہو گا، یہی وہ سرزمین ہے جس کی طرف فرشتے نزول فرمائیں گے، یہی وہ جگہ ہے جہاں پل صراط نصب کی جائے گی، جس پر جہنم کو کھڑا کیا جائے گا، جنت کی طرف جو راستہ جائے گا اسے یہاں سے ہی گزارا جائے گا۔

نامہ اعمال تولنے کے لیے ترازو اسی مقام پر نصب کیا جائے گا، فرشتوں کی صفیں بروز محشر بیت المقدس ہی میں کھڑی ہوں گی، اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس ہی سے قیامت کا صور پھونکیں گے، اور ایک آواز دیں گے کہ أَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَاللُّحُومُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَالْعُرُوقُ الْمُتَقَطِّعَةُ. أَخْرُجُوا إِلَى حِسَابِكُم وَتُنفَخُ فِيهِ أَرْوَاحُكُم وَتُجَازُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ. "اے بوسیدہ ہڈیو، اے گوشت کے ٹکڑو، اے کٹی ہوئی رگو اپنے حساب کی طرف نکلو، ان میں تمہاری روحیں پھونکی جائیں گی، تم اپنے اعمال کا بدلہ دیے جاؤ گے۔" یہ اعزاز بیت المقدس ہی کو دیا جائے گا کہ لوگ یہاں سے دوزخ اور جنت کی طرف جائیں گے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ (الروم: ۱۴) یہاں جو لوگوں کے جدا ہونے کا ذکر ہے تو یہی وہ منظر ہو گا جب لوگ دوزخ اور جنت کی طرف جا رہے ہوں گے، یہ سب کچھ بیت المقدس ہی سے ہو گا۔

بیت المقدس وہ سرزمین ہے جس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی نے پاکدامن بی بی حضرت مریم کی کفالت یہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت نبی کو پرندوں کی بولیاں اسی سرزمین پر سکھائی تھیں، یہی وہ دھرتی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا تھا کہ انہیں ایسی بادشاہی عطا فرما دیں جو میرے بعد آنے والے کسی انسان کو نہ ملے، کسی کے لیے وہ مناسب نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا اور تمنا پر انہیں ایسی بادشاہی کے خلعت سے نوازا تھا۔ روایات میں جس مچھلی کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی پشت پر زمین کو رکھا گیا ہے، اس کا سر سورج طلوع ہونے کی جگہ کے ساتھ لگتا ہے اور اس کی دم سورج غروب ہونے کی جگہ پر لگتی ہے، اس مچھلی کا درمیانی حصہ اسی بیت المقدس کے نیچے ہے، اور جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ جنت کے باغوں میں سے کسی باغ میں چلے پھرے تو اسے چاہیے کہ بیت المقدس میں چلے پھرے۔ سرزمین بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے داؤدی سلطنت کو مضبوط کیا تھا، یہی وہ دھرتی ہے جہاں پر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا، وہ اپنے ہاتھوں سے زرہیں بناتے تھے اور گزر اوقات کرتے تھے، ان کے بارے میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ داؤد علیہ السلام اپنے دست مبارک کی کمائی کھاتے تھے، وہ دست مبارک کی کمائی یہی تھی کہ وہ لوہے کو جیسے چاہتے تھے موڑ لیتے تھے اور زرہیں بناتے تھے۔[51]

2. مسلمانوں کے نزدیک بیت المقدس کی اہمیت

بیت المقدس سے مسلمانوں کا اٹوٹ رشتہ محتاج بیان نہیں ہے۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے۔ یہیں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے سرفراز کیا گیا تھا، ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔

[51] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 29.

3. عیسائیوں کے نزدیک بیت المقدس کی اہمیت

عیسائیوں کیلئے بیت المقدس اس لیے اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام یہاں بیت الحم کے مقام پر پیدا ہوئے، بیت الحم بیت المقدس سے چھ میل جنوب میں واقع ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک یہ اس لیے بھی مقدس ہے کہ صلیب الصلبوت اسی جگہ پر تھی اور ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسی اسی شہر میں مصلوب ہوئے۔

4. یہودیوں کے نزدیک بیت المقدس کی اہمیت

یہودی ہدایات پر مشتمل ان کی کتاب "تلمود" کے مطابق اس کائنات کے اب زیادہ دن باقی نہیں رہے، یہودی سال ستمبر سے شروع ہوتا ہے، "تلمود" کے مطابق دنیا کی کل عمر چھ ہزار سال ہے، ۲۰۱۷ء کے ۲۱ ستمبر کو یہودی کیلنڈر نے ۵۷۷۸ مکمل کر لیے ہیں، اب صرف ۲۲۲ سال باقی رہ گئے ہیں، یہودی کیلنڈر کے مطابق یہ دنیا ۲۲۲ سال بعد فنا ہو جائے گی، اس سے قبل دنیا بھر میں یہودیوں کے غلبہ کے لیے یہودی مسیحا کی آمد ضروری ہے، مسلمان جسے دجال کہتے ہیں وہ یہودیوں کا مسیحا ہے، جس کی آمد کے وہ منتظر ہیں۔ صہیونی عقائد کے مطابق ان کا مسیحا (دجال) اس وقت تک نہیں آئے گا، جب تک وہ دو کاموں سے فارغ نہ ہو جائیں (۱): تابوت سکینہ کی تلاش (۲) ہیکل سلیمانی کی تعمیر۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، جب کنعان کے علاقہ میں قحط سالی عام ہوگئی تو یہ مصر منتقل ہوئے، پھر فرعون کی غلامی میں جکڑ دئے گئے، سیکڑوں برس کی ذلت و خواری سے گزر کر ۳۳ سو سال پہلے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ فلسطین واپس آئے، بنی اسرائیل کے ایک عظیم پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک ہزار سال قبل مسیح القدس (یروشلم) کو فتح کیا تھا، اور اسے اپنی مملکت کا جسے یہودی کنگڈم آف ڈیوڈ کہتے ہیں دارالسلطنت بنایا، حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیادوں پر عظیم معبد بنانا شروع کیا، اور ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس معبد کے تعمیری سلسلہ کو جاری رکھا۔ (پھر اس معبد کو بابلیوں نے تباہ کیا، یہودیوں نے ہیرود اعظم کے زمانے میں اسے دوبارہ تعمیر کیا، پھر اس کی تباہی رومیوں کے ہاتھوں ہوئی، اور آج کل یہودی ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کی کوشش میں ہیں۔) کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کا ایک تابوت تھا، جس میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہ طور پر نازل فرمائی تھیں، اور جن پر اللہ کے دس احکام درج تھے، نیز اس تابوت میں حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور وہ برتن بھی تھا، جس سے من و سلویٰ نکلتا تھا، یہودیوں کا کہنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تابوت کو جس میں یہ ساری اشیاء تھیں معبد کی بنیادوں میں چھپا دیا ہے، اسی طرح سحر و جادو کے کچھ نسخوں کو بھی صندوقوں میں بند کر کے معبد کے نیچے غاروں میں چھپا دیا ہے۔[52]

5. اسرائیل کے دو مقاصد

اسرائیل اپنے قیام کے روز اول سے درج ذیل دو مقاصد کے حصول کے لیے پورے طور پر سرگرم عمل ہے، ۱۹۶۷ء میں جب عرب، اسرائیل جنگ میں عرب شکست سے دوچار ہوئے تو بیت المقدس کے مشرقی حصے پر اسرائیل قابض ہو گیا اس طرح پورا بیت المقدس ناجائز اسرائیلی تسلط کے تحت آ گیا، درج ذیل اپنے دو مقاصد کے لیے ویسے اسرائیل بے شمار ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے لیکن ان میں سے دو اسرائیل کی نظر میں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں: (۱) بتدریج ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے راہیں ہموار کرنے کے لیے مسجد اقصیٰ اور اس کی ملحقہ عمارتوں کو مختلف حیلے بہانوں سے گرانا یا مسمار کرنا اور مسلسل انہدامی کارروائیاں جاری رکھنا۔ (۲) فلسطین میں زیادہ سے زیادہ یہودی آباد کاروں کی کالونیاں قائم کرنا۔[53]

---

[52] Nadwī, Aḥmad Wamīḍ, Mawlānā, *Masjid al-Aqṣā Ṣahyūnī Sāzishōn ke Narghe meṅ* (Ḥaidarābād: Dār al-Fikr wa al-Qalam, 2020), p. 109.

[53] Nadwī, *Masjid al-Aqṣā Ṣahyūnī Sāzishōn ke Narghe meṅ*, p. 72.

مبحث نہم: بیت المقدس میں یہودی تسلط اور مسجد اقصیٰ پر زیادتیاں

1. مسجد اقصیٰ پر یہود کی زیادتیاں

* ۶ جون ۱۹۶۷ء: مسجد اقصیٰ سمیت پورے بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا۔
* ۲۷ جولائی ۱۹۶۷ء: یہودیوں نے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے مشرقی اور مغربی بیت المقدس کو ملا کر متحدہ بیت المقدس (یروشلم) قرار دے دیا گیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ بیت المقدس میں مسلمانوں کا اکثریتی علاقہ بھی یہودیوں کے زیر تسلط آ جائے۔
* ۱۴ اگست ۱۹۶۷ء: مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی نگرانی یہودی وزیر مذہبی امور کو سونپ دی گئی۔
* ۱۵ اگست ۱۹۶۷ء: ایک انتہا پسند یہودی لیڈر (شلوموغورین) اسلحہ لہراتے ہوئے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، اس کے ساتھ بیس یہودی فوجی بھی تھے، پھر ان سب نے مل کر مسجد کی بے حرمتی کی۔
* ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء: ایک آسٹریلوی عیسائی (ڈینس مائیکل) نے مسجد اقصیٰ میں آگ لگا دی، جس سے مسجد کا قیمتی سامان جل کر راکھ ہو گیا، دیواریں کالی ہو گئیں اور وہ یادگار منبر بھی جل گیا جسے نور الدین زنگی نے خصوصی طور پر بنوایا تھا اور سلطان صلاح الدین نے فتح بیت المقدس کے بعد اسے یہاں نصب کیا تھا۔ بعد میں اس واقعہ کی تحقیقات ہوئی تو اسرائیلی عدالت نے اس شخص کو یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ یہ پاگل ہے۔
* ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء: ایک اسرائیلی عدالت نے یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے اور اس میں یہودی طریقے کے مطابق "عبادت" کرنے کی قانونی اجازت دی۔
* ۱۱ مئی ۱۹۸۰ء: مسجد اقصیٰ کو تباہ کرنے کی کوشش کی گئی جب مسجد کے بالکل قریب ایک ٹن سے زیادہ ٹی این ٹی کا پھٹنے والا خطرناک مادہ پایا گیا۔
* ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء: حائط البراق کے نیچے مسجد اقصیٰ کے صحن تک ایک سرنگ کی موجودگی کا انکشاف ہوا، بعد میں یہودیوں نے اعلان کیا کہ یہ سرنگ دراصل ہیکل کی تلاش میں کھودی گئی تھی۔
* ۳۱ اگست ۱۹۸۱ء: مسجد اقصیٰ سے ملی ہوئی بعض عمارتوں میں ان کے نیچے پائی جانے والی سرنگوں کی وجہ سے دراڑیں پڑ گئیں، یہ سرنگیں مسجد اقصیٰ کی جانب کھودی جا رہی تھیں۔
* ۱۰ مارچ ۱۹۸۲ء: یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کے تقدس کو پامال کرنے کی بار بار کوشش کی، اس دوران مسجد کے مسلمان چوکیداروں کے ساتھ انکی متعدد جھڑپیں بھی ہوئیں۔
* ۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء: ہیری گڈمین نامی ایک یہودی فوجی باب الغوانمہ سے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور اندھادھند فائرنگ شروع کر دی، جس سے مسجد کا ایک چوکیدار اور ایک نمازی شہید ہو گئے۔ پھر وہ فائرنگ کرتا ہوا قبہ الصخرہ کی جانب بڑھا اور متعدد نمازیوں کو زخمی کر ڈالا۔ اس دوران مسجد کی قریبی عمارتوں سے یہودی فوجی بھی مسجد کی جانب فائرنگ کرتے رہے۔ اس واقعے کی عالمی طور پر مزمت کی گئی۔ بلکہ اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف قراردادِ مذمت بھی پیش کی گئی جسے امریکہ نے ویٹو کر دیا تھا۔
* ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء: شدت پسند یہودی تحریک (کاخ) کے لیڈر نے مسجد اقصیٰ کو ایک منصوبے کے تحت تباہ کرنا چاہا لیکن ناکام ہو گیا۔
* ۱۰ اگست ۱۹۸۴ء: مسجد اقصیٰ کے مسلمان چوکیداروں نے انکشاف کیا کہ چند دہشت گرد یہودی مسجد اقصیٰ کے ارد گرد جمع ہوئے۔ ان کے پاس متعدد بم اور ایک سو بیس کلوگرام ٹی این ٹی آتش گیر مادہ تھا اور وہ مسجد اقصیٰ کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔

* ۹ جنوری ۱۹۸۶ء: اسرائیلی فوج نے مسجد اقصیٰ کے قرب وجوار کے علاقوں میں کرفیو نافذ کر دیا پھر کرفیو کے دوران اسرائیلی پارلیمنٹ کے کئی یہودی ارکان مسجد میں داخل ہوئے اور اس کی بے حرمتی کی۔
* ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۹ء: اسرائیلی لیڈروں نے مسجد اقصی کے قریب تین سو پانچ ٹن وزنی پتھر رکھ کر تعمیر ہیکل کے منصوبے کا آغاز کیا، تب ایک یہودی نے اعلان کیا کہ آج سے ہم ایک نئے عہد کا آغاز کر رہے ہیں۔
* ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۰ء: یہودیوں نے مسجد اقصی کے اندر بھی ہیکل کی تعمیر کا آغاز کرنا چاہا لیکن مسلمانوں کے احتجاج پر وہ ایسا نہ کر سکے، اس احتجاج کے دوران یہودی فوجیوں کی گولیوں سے چونتیس مسلمان شہید ہو گئے۔
* ۲۴ ستمبر ۱۹۹۶ء: مسجد اقصیٰ کے نیچے کھودی گئی ایک سرنگ کو کھولا گیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان شدید جھڑپیں ہوئیں اور 62 مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔
* ۱۵ مئی ۱۹۹۸ء: ایک یہودی پلید نے مسجد اقصیٰ کے اندر خنزیر کا سر پھینکا جو قرآنی آیات کے ساتھ لپٹا ہوا تھا، اس کے علاوہ مسجد کا مغربی دروازہ جلا دیا گیا۔
* ۲۶ مئی ۱۹۹۸ء اسرائیلی پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا جس کی رو سے مسجد اقصی کی دیوار (حائط البراق) کو یہود کی ملکیت قرار دے دیا گیا۔
* ۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء: یہودی دہشت گردوں کی جانب سے مسجد اقصیٰ کو میزائلوں کے ذریعے اڑا دینے کے منصوبے کا انکشاف ہوا۔
* ۲۰ دسمبر ۱۹۹۸ء: مسجد اقصیٰ کی جانب جانے والے تمام راستوں پر خودکار کیمرے لگا دیے گئے تاکہ ہر آنے جانے والے شخص کی لحہ بہ لحہ نگرانی ہوتی رہے۔
* ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء: اسرائیل کے موجودہ وزیر اعظم (ایریل شیرون) نے ہزاروں یہودی فوجیوں کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی، جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا۔
* ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰ء: نماز جمعہ کے بعد ایک روز پہلے ہونے والی مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے خلاف ہزاروں مسلمانوں نے مظاہرہ کیا جس پر اسرائیلی فوج نے گولی چلادی، اس کے نتیجے میں متعدد مسلمان شہید اور کئی زخمی ہو گئے، اور تب سے اب تک یہ احتجاجات جاری ہیں، جنھیں "انتفاضۃ الاقصیٰ" کا نام دیا گیا ہے اور ان میں اب تک سات سو سے زائد مسلمان شہید اور ہزاروں مسلمان زخمی ہو چکے ہیں۔[54]

2. بیت المقدس میں یہودی آبادی

۶۳۶ء میں یہاں ایک یہودی بھی نہ تھا۔ ۱۲۶۷ء میں صرف دو یہودی خاندان تھے۔ ۱۵۶۰ء میں آبادی میں اضافہ ہوا اور یہ تعداد ۱۱۵ تک پہنچ گئی۔ ۱۶۷۰ء میں یہودی آبادی ۱۵۰ تھی۔ ۱۸۳۸ء میں یہودیوں کی تعداد ۳۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۸۴۴ء میں ۱۲۰ ۷ تک اضافہ ہوا۔ اسی طرح ۱۸۷۶ء میں ۱۲۰۰۰، ۱۸۹۶ء میں ۲۸۱۲۲، ۱۹۲۲ء میں ۳۳۹۷۰، ۱۹۳۱ء میں ۵۱۲۲۲، ۱۹۴۴ء میں ۹۷۰۰۰، ۱۹۶۷ء میں ۱۹۷۷۰۵، ۱۹۷۵ء میں ۲۵۹۴۰۰، ۱۹۸۵ء میں ۲۷۷۰۰۰، ۱۹۹۳ء میں ۴۰۶۴۰۰، ۱۹۹۸ء میں ۴۲۰۰۰۰ تک یہودی آبادی میں اضافہ ہوا۔[55]

حرف آخر: بیت المقدس کی آزادی کا معاملہ صرف زمین کا جھگڑا نہیں بلکہ کفر و ایمان، حق و باطل، اور اسلام اور یہودیت کے درمیان کھلی جنگ ہے۔ اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کو چاہئے کہ دینی تعلیمات پر عمل کریں، کیونکہ اللہ تعالی نے متعدد قرآنی آیات میں مسلمانوں کی مدد کرنے اور کافروں کو ہلاک کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن اس کیلئے ایمان، صبر، تقوی اور توحید ضروری ہے۔ گناہوں سے دور رہنا اور اللہ سے ڈرنا دشمن کے خلاف سب سے

---

[54] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 109.
[55] Muḥammad Isḥāq, *Faḍīlat Bait al-Muqaddas wa Filasṭīn wa Shām*, p. 105.

بڑا ہتھیار اور جنگ میں سب سے بڑی چال ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ دشمن کے خلاف طاقت تیار کریں، سابقہ غلطیوں کو پھر سے نہ دہرائیں، قومیت کی بجائے اسلام کی خاطر لڑیں، تمام مسلمان اکٹھے ہوں، امریکہ اور یورپ سے امیدیں نہ رکھیں اور امن مزاکرات کے فریب میں نہ آئیں۔ بلاشبہ اللہ نے یہودیوں کی تباہی اور مسلمانوں کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ، يَخْتَبِيءَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ أَوِ الشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ الشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ! هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي، فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ[56]

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہ ہو جائے جس میں مسلمان انھیں قتل کریں گے، حتی کہ ایک یہودی اگر کسی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپ کر پناہ بھی لے گا تو وہ پتھر اور درخت پکار کر کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے، آ اور اسے قتل کر دے، سوائے غرقد درخت کے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔"

خلاصہ کلام

بیت المقدس محض ایک تاریخی شہر نہیں بلکہ ایک الہامی عظمت کا حامل مقام ہے، جو یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں یکساں مقدس تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ شہر مذہبی تقدس، سیاسی کشمکش اور تہذیبی تصادم کا مرکز رہا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے، یہ قبلۂ اوّل ہونے کے ساتھ ساتھ معراج النبی ﷺ کی مقدس یادگار بھی ہے، جو اس کی روحانی حیثیت کو مزید مستحکم کرتی ہے۔ موجودہ دور میں، بیت المقدس بین الاقوامی سیاست کا ایک نازک مسئلہ بن چکا ہے، جہاں استعماری قوتوں کی مداخلت، ناجائز تسلط اور انسانی حقوق کی پامالی جیسے چیلنجز درپیش ہیں۔ اس مسئلے کا منصفانہ حل صرف عدل، بین المذاہب رواداری اور تاریخی حقائق کو تسلیم کرنے میں پوشیدہ ہے۔ مسلم دنیا کو بالخصوص سفارتی، علمی اور عملی سطح پر مؤثر حکمتِ عملی اپنانا ہوگی تاکہ بیت المقدس کے اسلامی تشخص کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور اس مقدس شہر کے امن و استحکام کو بحال کیا جاسکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Ḥudotī, Maḥmūd al-Rashīd, Mawlānā. *Bait al-Muqaddas.* Lahore: Idāra Āb-e-Ḥayāt Trust, March 2018.
* Mumtāz Liaqat. *Tārīkh Bait al-Muqaddas.* Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1973.
* Riḍwī, Muḥammad Fayḍ Aḥmad, Muftī. *Bait al-Muqaddas.* Karachi: Quṭb Madīnah Publishers, April 2004.
* Ḥāmid Kamāl al-Dīn. *Masjid al-Aqṣā: Ḍeṛh Arab Musalmānōn kā Masʾalah.* Matbūʿāt Īqāẓ.
* Nadwī, Aḥmad Wamīḍ, Mawlānā. *Masjid al-Aqṣā Ṣahyūnī Sāzishōn ke Narghe meṅ.* Ḥaidarābād: Dār al-Fikr wa al-Qalam, 2020.
* Madnī, ʿAbd al-Rashīd Humāyūn, Muftī. *Bait al-Muqaddas aur Maujūdah Ṣūrat-e-ḥāl.* Karachi: Idāra Ahl-e-Sunnat, 2021.
* Dr. Ḥāfiẓ Muḥammad Zubair. *Tārīkh Bait al-Muqaddas aur Masʾalah Filasṭīn.* Lahore: Dār al-Fikr al-Islāmī, 2023.
* Al-Qushīrī, Muslim ibn Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim.* Nishā pūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH.
* Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ Bukhārī.* Madīnah: al-Maktabah al-Salafīyah, 1400 AH.

---

[56] Nayshāpūrī, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Fitan, Bāb Lā Taqūm al-Sāʿah Ḥattā Yamurr al-Rajul bi-Qabr al-Rajul..., Ḥadīth 2922.